تجارتِ عرب قبل از اسلام (۲)

ضیاء الحق فیلو ادارۂ تحقیقاتِ اسلامی

{اس مضمون کی پہلی قسط 'فکر و نظر' کے نومبر ۶۸ء کے شمارے میں شائع ہوئی ہے}

اس سے پہلے بالتفصیل بتایا جا چکا ہے کہ کن جغرافیائی حالات کے تحت جزیرۃ العرب میں اشیاء کی قلت کا مسئلہ پیدا ہوا اور کن مذہبی اور معاشی عوامل نے منڈیوں پر مشتمل ایک تجارتی نظام کو اسلام سے قبل وجود بخشا۔ عرب قبل از اسلام کی ان تمام منڈیوں اور بازاروں کو ہم پانچ حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں ـــ اوّل۔ شمالی عرب کا خطہ جہاں عربوں کی معاشی اور تجارتی سرگرمیوں کا آغاز ہر سال محرم کے مہینے میں شمال کی جانب واقع تجارتی مرکز دومۃ الجندل سے ہوتا۔ یہ علاقہ علاقائی اور بین الاقوامی تجارت کا بہت بڑا مرکز تھا۔ دوسرا مشرقی خطہ تھا جو مشرق میں منعقد ہونے والے بازاروں پر مشتمل تھا۔ یمامہ میں الحجر اور بحرین میں المشقر کے عظیم بازار اسی خطے میں واقع تھے۔ تیسرا تجارتی خطہ الیمن اور حضر موت کے وسیع و عریض علاقوں میں پھیلے ہوئے بازاروں پر مشتمل تھا۔ چوتھے خطے میں عدن، عمان اور دبا جیسے کاروباری اجتماع تھے جو رجب اور رمضان کے مہینوں میں اپنے شباب پر ہوتے۔ پانچویں تجارتی خطے میں شمال مغرب میں واقع حجاز اور نجد کے مشہور بازار تھے، جہاں مواسم العرب عربوں کی تمام تر معاشی جد و جہد کا نقطۂ عروج بنتے تھے۔ ابنِ حبیب (کتاب المحبر) اور الأزرقی (کتاب اخبار مکۃ) ان میلوں اور بازاروں کو بالتفصیل بیان کرتے ہیں لیکن یہ وضاحت نہیں کرتے کہ عربوں کے معاشی نظام میں ان کی کیا عملی حیثیت تھی اور وہاں کاروبار اور معاملات کی کیا نوعیت ہوتی تھی ـــ تاہم مؤرخین نے مشہور منڈیوں کے جن حالات کی روایت کی ہے، ان سے ہم چند اہم نتائج اخذ کر سکتے ہیں۔

اس تجارتی نظام میں جیسا کہ ہم پہلے بتا چکے ہیں، تجارتی عمل کا آغاز عموماً دومۃ الجندل سے ہوتا تھا۔ یہ منڈی نجد کے شمال کی جانب سرحان کے نخلستان میں واقع تھی۔ یہ جگہ حجاز، شام، عراق اور مصر کے درمیان

ایک اہم حیثیت رکھتی تھی۔ یہاں ان علاقوں کے تاجر اپنا سامان لے کر آتے۔ ربیع الاول کے تقریباً پورے مہینے میں یہ بازار قائم رہتا تھا۔ کلب اور جدیلہ قبیلے اس کے گردونواح میں آباد تھے۔ جو قبیلہ دوسرے قبائل پر غالب آجاتا، وہ اس تجارتی مرکز پر قبضہ کر لیتا۔ فاتح قبیلے کا سردار یا حاکم اس منڈی میں لائے ہوئے سامانِ تجارت پر محصول عائد کرتا۔ اس کی اجازت کے بغیر کوئی تاجر نہ تو اپنا سامان بیچ سکتا اور نہ کوئی چیز خرید سکتا تھا۔ معمول یہ ٹھہرتا کہ سب سے پہلے یہ سردار اپنا تمام سامان فروخت کرتا اور اس کے بدلے میں دوسرے تاجروں کا سامان خریدتا اور عُشور یعنی محصول تجارت وصول کرتا۔ حجاز اور یمن سے آنے والے تاجر اہلِ قریش سے خِفارہ (حفاظتی دستہ) حاصل کرتے۔ (۲۶)

اس اقتباس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اپنی تجارتی اہمیت کی وجہ سے یہ منڈی حصولِ دولت کا ایک بہت بڑا ذریعہ بن چکی تھی۔ اسی لئے ہر قبیلہ اس کوشش میں ہوتا کہ اس علاقے پر قبضہ کر کے معاشی اقتدار حاصل کرلے۔ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ قبائلی جنگ و جدال بعد میں اس علاقے کے تجارتی ارتقاء کے لئے مضر ثابت ہوئی۔ نیز درآمد شدہ مال پر بھاری محصول اور جابرانہ تجارتی حکمتِ عملی تجارت کے لئے جان لیوا تھی۔ اس منڈی میں اہلِ قریش کو خصوصی مراعات حاصل تھیں۔ وہ تاجروں کو خفارہ مہیا کرتے۔ کیونکہ اس علاقے میں بسنے والے قبائل قریش کے حلیف تھے۔ اور سب قبائل باہمی امن کے اصول پر آپس میں معاہدے کر لیتے تھے۔ ان حالات میں خفارہ بھی ایک اہم تجارتی ادارہ بن چکا تھا۔ یہ آمدنی کا ایک بڑا ذریعہ تھا۔ کئی قبائل حفاظتی دستے مہیا کرنے میں خصوصی مہارت پیدا کر چکے تھے۔ پروفیسر محمد حمیداللہ اس بارے میں لکھتے ہیں کہ خفارہ ایک معنی میں بین الاقوامی اجازت نامۂ رہگزر کا مہیا کرنا تھا جو عربوں کے ہاں ایک مستقل ادارہ بن گیا تھا جس کی قیمت مقرر ہوتی تھی۔ عدنان اور قحطان کے قبائل مضر اور ربیعہ کے قبائل اس میں داخل تھے۔ اور عملاً پورا عرب اس نظام میں منسلک ہوگیا تھا جو قریشی مواصلات کے لئے ضروری تھا۔ قریش نہ صرف اس نظام اور سلسلہ حلیفی سے خود فائدہ اٹھاتے بلکہ تاریخی شہادت کے مطابق وہ کسی اور کو بھی بخوشی معاوضہ لے کر اپنا خفارہ مہیا کرتے۔ اس نظام کی برکت تھی کہ ہندوستان کا سامان عرب کی راہ یورپ پہنچ سکتا تھا۔ (۲۷)

دومۃ الجندل کے بعد تاجر اپنا سامان بحرین کی منڈی المشقر میں لے جاتے، جہاں یکم سے آخر جمادی الآخر تک میلہ لگتا۔ یہاں بھی مقامی حکمران محصول وصول کرتا۔ ایران سے بکثرت مال پہنچتا۔ یہاں بھی قریش ہی خفارہ

بہم پہنچاتے تھے۔ اس کے بعد لوگ عُمان اور صُحار کے بازاروں کا رُخ کرتے۔ عمان بری اور بحری تجارت کا سنگم تھا اور بڑے بڑے بحری اور بری تجارتی راستوں کا مقام اتصال۔ یاقوت کے قول کے مطابق "بحر چین" کے ساحل پر کوئی بھی شہر ایسا نہیں تھا جو عُمان کی تجارتی عظمت اور ثروت کا مثیل ہو سکتا ہو۔ یہ شہر چین کی جانب جانے والی شاہراہوں کا دروازہ تھا اور مشرق کے خزانے کی حیثیت رکھتا تھا۔ (۲۸)

"بحر احمر کی بیاض" کا یونانی مصنف بھی اِسے ایک بڑا تجارتی شہر بتاتا ہے۔ پہلی صدی عیسوی میں جب یہ سیاح عمان پہنچا اُس وقت یہ بندرگاہ ایرانیوں کے قبضہ میں تھی۔ وہ لکھتا ہے کہ باری گازا (بھڑوچ۔ ہندوستان) سے جہاز، تانبا، صندل کی لکڑی، عمارتی لکڑی اور آبنوس سے لدے ہوئے اس بندرگاہ میں باقاعدہ آتے ہیں۔ یہاں (CANA) حصن غراب سے لبان (بغرض برآمد) لائی جاتی ہے جو عرب کے دیگر علاقوں کو بھیجی جاتی ہے۔ یہاں سے باری گازا اور عرب کے علاقوں کو موتی، کپڑا، شراب، کثیر مقدار میں کھجوریں، سونا اور غلام بھیجے جاتے ہیں۔ (۲۹)

عمان کے علاقے کی دوسری اہم منڈی صُحار تھی، جہاں یکم رجب سے میلہ لگتا اور بیس دن تک قائم رہتا۔ یہاں خفارہ کی ضرورت نہ ہوتی تھی۔ جو تاجر گزشتہ میلوں میں نہ پہنچ سکتے یا اپنے مال کی مناسب قیمت نہ پا سکتے، وہ سب یہاں آتے۔ یہ کپڑے کی تجارت کا مرکز تھا۔ عمان کی تیسری اہم منڈی دَبا کی یہ بندرگاہ تھی، جہاں سندھ، ہند، چین (مشرق بعید) سے تاجر سامان لے کر آتے تھے (۳۰)۔ یاقوت ایک اور منڈی دَمَا کا بھی ذکر کرتے ہیں۔ یہ تمام منڈیاں اُس تجارتی راستے پر قائم ہوتی تھیں جو عراق سے عُمان کو جاتا تھا۔ یہاں بھی حکمران محصول عاید کرتے تھے (۳۱)۔

ان کے بعد تاجر الشحر مہرہ کا عزم کرتے۔ یہ منڈی یمن کے اس ساحلی علاقے پر تھی جو یمن اور عمان کے درمیان واقع تھا۔ الشحر کا شمار حضرموت کی نہایت اہم بندرگاہوں میں ہوتا تھا۔ یہاں سے لُبان اور عنبر کثیر مقدار میں برآمد کئے جاتے تھے۔ تمام بحری اور بری تاجر یہاں ضرور آتے۔ وہ مصالحہ جات، کپڑے اور دوسری اشیاء فروخت کرتے اور لُبان، مختلف اقسام کے عروق اور خوشبودار پودے خرید کر لے جاتے۔ اس علاقے پر کوئی حکمران نہ ہوتا تھا اس لئے بیشتر تجارت آزاد رہتی تھی۔ بنو شرب اور مُحارب ابن حرب خفارہ مہیا کرتے تھے۔ یہاں میلہ شعبان کے نصف تک لگتا۔ تجارت آزاد ہونے کی وجہ سے اشیاء تعیش کی تجارت کو فروغ حاصل ہوا۔ کیونکہ اس وقت ان اشیاء کی طلب بہت زیادہ تھی۔ (۳۲)

عدن کا بازار رمضان کے پہلے عشرہ میں منعقد ہوتا۔ عمان کی طرح یہ منڈی بھی بری اور بحری تجارت کا مرکز بن چکی تھی۔ الہمدانی لکھتے ہیں کہ عدن، جنوبی تہامۃ کا بڑا مشہور شہر تھا اور اس کا شمار عرب کی قدیم ترین منڈیوں میں ہوتا تھا (۳۳)۔ یاقوت لکھتے ہیں کہ یہ بندرگاہ بحر ہند کے ساحل پر ایک اہم حیثیت کی حامل تھی، جہاں ہندوستان سے آئے ہوئے جہاز لنگر انداز ہوتے اور دور دراز سے تاجر اپنا سامان لے کر آتے۔ کیوں کہ یہ ایک تجارتی شہر تھا۔ مشرق سے یورپ کی منڈیوں کو جانے والا سامان اِسی بندرگاہ پر اُتارا جاتا تھا اور جزیرۃ العرب کی بڑی شاہراہوں سے ہوتا ہوا بحیرہ روم کے راستے یورپ کی منڈیوں میں پہنچتا تھا۔ یونانی اِسے (EUDAEMON ARABIA) کہتے تھے۔ "بحر احمر کی بیاض" کا مصنف بھی لکھتا ہے کہ یہاں جہازوں کے لنگر ڈالنے کے لئے عمدہ جگہیں تھیں (۳۴)۔ سمندر پار سے آنے تاجر جو اپنا سامان الشحر میں نہ بیچ سکتے، وہ بھی یہاں آتے۔ یہاں خفارہ کی مطلق ضرورت نہ پڑتی کیونکہ یہاں قانون کی حکمرانی ہوتی۔ تاہم حمیری سردار تاجروں سے محصول لیتے تھے۔ جو حکمران یمن پر قابض ہو جاتا، یہاں سے محصول وصول کرتا۔ آخر میں جن حکمرانوں نے یہاں محصول عائد کیا، وہ ایرانی تھے جو کہ یمن پر قابض ہو گئے تھے۔ ان کی اجازت کے بغیر منڈیوں میں کوئی تجارت نہیں ہو سکتی تھی۔ بحری تاجر اپنے مال کے عوض لوبان خرید کر لے جاتے جس کی ہند اور سندھ میں بہت قیمت لگتی۔ بری راستے سے آنے والے تاجر اِس نادِر شئے کو ایران اور روم (بازنطین) لے جاتے۔ (۳۵)

معلوم ہوتا ہے کہ یہ منڈی آزاد نہ تھی بلکہ یہاں بھاری محصول عائد کر کے تحفظِ تجارت حاصل کیا جاتا تھا۔ دوسرے قدیم زمانے میں مصر، روم، عراق، ایران اور ہندوستان میں لوبان کی مانگ بہت زیادہ تھی۔ اس کا استعمال ان ممالک کی عبادت گاہوں میں بہت عام تھا۔ اس کی پیداوار پر جنوبی عرب کی اجارہ داری تھی۔ جنوبی عرب کی بندرگاہوں اور شاہراہِ لوبان (INCENSE ROAD) جو کہ مکہ سے ہوتی ہوئی شمال کو جاتی تھی، لوبان کی نقل و حمل کی وجہ سے بہت اہمیت حاصل تھی۔

یمن میں صنعاء کی منڈی بھی کافی مشہور تھی۔ جاہلیت میں اسے اِزال کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ اہلِ شام اسے القصبہ کہتے تھے۔ اہلِ عرب کے نزدیک تجارت کی اغراض کے لئے اِزال جانا ایک امر لابدی تھا (۳۶)۔ یہاں کی درآمدی اشیاء روئی، زعفران، رنگ (DYES) اور دیگر سامان پر مشتمل ہوتیں۔ برآمدات میں کپڑا، لوہا اور آلاتِ حرب مشہور تھے (۳۷)۔ یمن کے علاقہ معافر سے ریشمی کپڑا، مویشیوں کی کھالیں اور

دھاریدار رنگ کا کپڑا یہاں آکر فروخت ہوتا (۳۸) - یہ منڈی رمضان کے آخر تک قائم رہتی تھی - الازرقی جزیرۃ العرب کی ایک اور مشہور منڈی حُباشہ کا بھی ذکر کرتے ہیں - یہ منڈی الیمن میں الاوصام کے علاقے میں آباد قبیلے الأزد کے قبضہ میں تھی - مکہ سے یہ چھ منزلوں کے فاصلے پر تھی - جاہلیت کی عرب منڈیوں میں یہ سب سے آخر میں تباہ ہوئی - زبیر ابن بکار ایک روایت نقل کرتے ہیں کہ حکیم ابن حزام رضہ ایک تاجر تھے جو بلا استثنیٰ مکہ اور تہامہ کے اطراف میں منعقد ہونے والے بازاروں میں سامانِ تجارت لے کر پہنچتے تھے - وہ کہا کرتے تھے کہ تہامہ میں اکثر بازار لگتے تھے لیکن ان سب میں عظیم ترین حُباشہ کا بازار تھا - وہاں میری ملاقات رسول اللہ صلعم سے ہوئی جو حضرت خدیجہ رضہ کا سامان بغرض تجارت لائے تھے - میں نے آپ سے تہامہ کا ریشمی کپڑا خریدا — یہ بازار آٹھ دن تک لگتا تھا (۳۹) - یاقوت کہتے ہیں کہ یہ جاہلیت میں تہامہ کی مشہور منڈی تھی - اور یہودی قبیلہ بنو قینقاع اس پر قابض تھا (۴۰) - حُباشہ کی منڈی مکے سے قریب تھی اس لئے قریشی تاجر اسے ترجیح دیتے تھے -

ان منڈیوں کے خاتمے پر عربوں کے تمام معاشی و تجارتی عمل کا رُخ عکاظ کی طرف ہو جاتا - یہ ایک نخلستان ہے جو طائف اور نخلہ کے درمیان واقع ہے - یاقوت بیان کرتے ہیں کہ عکاظ، عکظ سے مشتق ہے جس کے معنی روکنا یا جمع کرنا ہے - اہلِ عرب یہاں جمع ہوتے تھے - ایک عرصہ وہاں قیام کرتے اور اپنے معاملات کو سرانجام دیتے تھے - دراصل، یہ ایک منڈی کا نام تھا جو اسلام سے قبل یہاں قائم تھی - عرب قبائل ہر سال جمع ہوتے اور مفاخرہ کرتے - اس کی شہرت تجارت جُلود کی وجہ سے تھی (۴۱) - البکری کہتے ہیں کہ عکاظ کا انعقاد عرفات کے قریب وسیع میدان میں ہوتا تھا یہ منڈی عام فیل کے پندرہ سال بعد یعنی ۵۸۵ء میں قائم ہوئی تھی - یہاں کی تمام زمین اور باغات بنو ثقیف کی ملکیت تھے - (۴۲) اس کے بعد عرفات کے قریب ذوالمجاز اور مرالظہران کے قریب مجنہ کے مشہور بازار لگتے تھے -

قدیم تاریخی ماخذوں سے ان تین حقائق کا پتہ چلتا ہے :- اول یہ کہ مکہ کی یہ تینوں منڈیاں اپنی خصوصیات میں خالصتہً قبائلی منڈیاں تھیں، جہاں جزیرۃ العرب کے تقریباً تمام قبائل اپنے مذہبی، معاشرتی اور ثقافتی اُمور ہی نہیں بلکہ تجارت، مبادلے اور قرضے جیسے اہم معاشی امور بھی سرانجام دیتے تھے - دوسرے یہ منڈیاں اس لحاظ سے بھی اہم تھیں کہ یہ حج سے پہلے مکّہ کے اطراف میں منعقد ہوتی تھیں - علاوہ ازیں یہ بازار شہور حُرم میں لگتے تھے - تیسرے یہ منڈیاں آزاد تجارت کے اُصول پر مبنی تھیں، جہاں تجارت اور مبادلہ کے عمل محصول

کی پابندیوں کے بغیر انجام پاتے تھے۔ لہٰذا یہ تینوں مراکز قدیم زمانے ہی سے ایک بین الاقوامی منڈی کی حیثیت اختیار کر چکے تھے۔ مصر، شام اور عراق کا سامان یہاں بکثرت بکتا تھا۔ الحیرہ کا حکمران نعمان، الحیرہ اور ایران کی اشیاء یہاں بھیجا کرتا تھا اور اس کے بدلے میں دوسرے علاقوں کی اشیاء خریدی جاتی تھیں (۴۳)۔ یہ منڈیاں عربوں کو مناسب مواقع فراہم کرتی تھیں کہ وہ اپنی پیداوار کا تبادلہ غیر ملکی اشیاء سے کر سکیں۔ المرزوقی نے ذوالمجاز کے ایک بازار کے انعقاد کا بالتفصیل ذکر کیا ہے، جو عام فیل کے پنتیس سال بعد یعنی بعثت رسول صلعم سے پانچ سال قبل (۶۰۵ء؟) میں منعقد ہوا تھا۔ قبائل نزار اور یمن کے علاقے کے مختلف قبائل بھی اس میں شریک ہوئے تھے۔ اس اجتماع کی مثال پچھلے میلوں میں نہ ملتی تھی۔ قبائل نے اپنی اشیاء جو اونٹوں اور بھیڑ بکریوں پر مشتمل تھیں، فروخت کیں اور مصر، شام اور عراق سے لایا ہوا مال خریدا ـــ المرزوقی نے ان مشہور عربوں کا بھی ذکر کیا ہے جو اس میلے میں شریک ہوئے (۴۴)۔

مکہ کے ان میلوں کے بعد نطاۃ خیبر اور حجر الیمامۃ کے میلے دسویں محرم سے شروع ہوتے اور اس مہینے کے اواخر تک قائم رہتے۔

المرزوقی نے اپنی کتاب (الازمنۃ والامکنۃ) میں جو علیحدہ باب 'اسواق العرب فی الجاہلیۃ' کے نام سے باندھا ہے، اس میں وہ شام کی تین منڈیوں کا بھی ذکر کرتے ہیں، جہاں عرب تجارت کے لئے اکثر جایا کرتے تھے۔ دمشق کے قریب دیر ایوب کا بازار لگتا تھا۔ اس کے بعد بُصریٰ کا میلہ بیس دن تک قائم رہتا۔ بُصریٰ اہلِ غسان کا دارالحکومت تھا، جہاں یمن اور ابی سینیا تک سے آئے ہوئے ہزارہا تاجروں کا جمگھٹا لگا رہتا۔ جزیرۃ العرب، ہندوستان، ایران، عراق اور یورپ کا سامان ان منڈیوں میں آتا تھا۔ تجارت اور زراعت بُصریٰ کی خوشحالی کے دو بڑے ذریعہ تھے۔ یہاں عظیم الشان محل، عمارتیں اور معبد تعمیر کئے گئے تھے (۴۵)۔ دمشق کے جنوب میں حوران کے علاقہ میں شام کی تیسری بڑی منڈی اذرعات تھی۔ جو شراب، روغن، اناج، تلواروں اور دیگر اہم پیداوار کے لئے مشہور و معروف تھی (۴۶)۔ شام کے یہ تجارتی مراکز اہلِ غسان کے قبضہ میں تھے۔ تجارتی شاہراہوں پر واقع ہونے کی وجہ سے ان کو نہایت اہم منڈیاں تصوّر کیا جاتا تھا۔ اہلِ غسان کی تمام تر قوت و ثروت کا دارومدار اسی تجارت پر تھا۔ روم، مصر اور ایران کو جانے والے تجارتی راستوں اور یورپ کو جانے والے بحری راستوں پر انہیں کلیدی اہمیت حاصل تھی۔

تحفظِ تجارت اور ادارۂ مکس

اسلام سے قبل جزیرہ نماعرب میں جو منڈیاں اور تجارتی مراکز تھے، وہ مختلف اقسام اور مختلف نوعیت کے ہوتے تھے۔ ان میں ایسی منڈیاں بھی تھیں، جن پر بیرونی سیاسی تسلط تھا۔ مقامی منڈیاں بھی تھیں جو عربی خصائص کی حامل ہوتی تھیں۔ ان میں بین الاقوامی نوعیت کے بازار بھی لگتے تھے۔ ان منڈیوں کے جو حالات ہم نے بیان کئے ہیں اور وہاں کی درآمدات و برآمدات کی نوعیت، اور درآمدات پر محصول کی وصول یابی کا جو تجزیہ کیا گیا ہے، اُس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ عرب قبل از اسلام کی تجارت میں ایک خاص قسم کے تحفظِ تجارت کے اصول پر عمل ہوتا تھا۔ تحفظِ تجارت سے مراد حکمرانوں یا قبائلی سرداروں کا غیر ملکی یا بیرونی اشیاء پر محصول عائد کر کے اندرونی تجارت کو محفوظ کرنا ہوتا تھا۔ قطعِ نظر اس کے کہ بعض منڈیوں میں آزاد تجارت کا اصول بھی رائج تھا۔ تجارت میں یہ مداخلت صرف اس نقطۂ نظر سے ہی نہ ہوتی تھی کہ گھریلو پیداوار کو محفوظ کیا جائے۔ بلکہ حکمران خصوصاً محصول کے نقطۂ نظر سے بھی ایسا کرتے تھے۔ تاریخی شہادت موجود ہے کہ اہلِ عرب چند مخصوص اشیاء کی پیداوار میں مہارت حاصل کر چکے تھے۔ یہ ایک الگ موضوع ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ عرب معیشت میں زر کے تدریجی استعمال اور توسیعِ تجارت کی وجہ سے عربوں کے معاشی طرزِ فکر اور رجحان میں ایک خاص قسم کی تبدیلی رونما ہو چکی تھی۔ اشیاء کی تجارت اور تبادلہ جو دوسرے علاقوں کے لوگوں کی اشیاء سے ہوتا تھا، اس کے نتیجے میں یہ تبدیلی ایک قدرتی امر تھا۔ ظاہر ہے کہ اپنی اشیاء کے مقابلے میں کم تر اشیاء کا تبادلہ سود مند نہ سمجھا جاتا تھا۔ مبادلۂ زر کے گرویدہ ہو جانے کے بعد عرب تاجر شاید یہ خیال کرنے لگے تھے کہ تجارت کی غرض و غایت زر کا حصول ہے (افراطِ زر کے مُضر نتائج سے ان کی لاعلمی یقینی نہیں)۔ اُس زمانے میں جب کہ زر عموماً قیمتی دھاتوں کی صورت میں مستعمل تھا، اُس کو محفوظ کرنے کا رجحان عام تھا۔ اور چونکہ عربوں کے بیشتر معاشی عمل کا انحصار صرف اشیاء اور خدمات کی گردش پر موقوف ہو گیا تھا اس لئے تاجروں کے اس خیال کو مزید تقویت مل گئی جس کے مطابق اُنہوں نے زر اور معاشی دولت کو ہم معنی تصور کر لیا تھا۔ دراصل یہ مظہر معاشروں کے ابتدائی تجارتی عمل میں عام تھا اور مختلف ادوار میں یہ دنیا کے مختلف علاقوں کی معاشی تاریخ میں بالعموم ملتا ہے۔ عرب تاجروں کے اس تجارتی رجحان کو درآمدات میں پیش آمدہ خطرات نے بھی یہ باور کرا دیا کہ درآمدات ان کو دولت سے محروم کر دیتی ہیں اور برآمدات ان کو دولت سے لدے ہوئے کارواں فراہم کرتی ہیں۔

ایسے وقت میں جب کہ یورپ اور ایشیا کے اعلیٰ طبقے تعیشات کے دلدادہ تھے، برآمدات کی اہمیت کو اس طرح اُجاگر کرنا عرب تاجروں کی اس تجارتی پالیسی کو اچھی طرح واضح کر دیتا ہے۔ یہ لحاظ رکھنا ضروری ہے کہ قبل از اسلام عربوں کی یہ تجارتی پالیسی اپنے ابتدائی مراحل میں تھی اور صنعت و حرفت کے ارتقاء کی غیر موجودگی میں یہ اس قدر نمایاں نظر نہیں آتی۔ اگرچہ تجارت کی تحفظانہ پالیسی جدید صنعتی ارتقاء کی پیداوار ہے، لیکن قدیم معاشروں کی تجارتی پالیسی میں اس کے خدوخال مبہم سے تھے جن سے کوئی واضح شکل نہیں اُبھرتی۔ جہاں تک مکہ کے تجارتی ماحول کا تعلق ہے، اُس پر جو کچھ اوپر بیان ہوا، صادق آتا ہے۔ لیکن عرب کے دیگر علاقوں کے مبادلۂ زر اور تجارتی پالیسیوں کے متعلق وثوق سے کچھ کہنا مشکل ہے۔ تاہم یہ ضرور کہا جا سکتا ہے کہ قریشی تاجروں کے اثر و نفوذ، ان کے وسیع تجارتی تعلقات اور تجارتی معاہدوں اور خفارہ کی وجہ سے پورا عرب ایک قسم کے تجارتی وفاق میں منسلک تھا۔ جیسا کہ ہم پہلے بتا چکے ہیں اکثر منڈیوں میں تجارتی سامان کے داخلے پر پابندیاں عائد تھیں اور بھاری محصول ادا کئے بغیر کوئی تاجر اپنا مال بیچ نہیں سکتا تھا جس کے نتیجے میں اشیاء کی قیمتیں بڑھ جاتی تھیں۔ الاَزرقی ایک واقعہ کا ذکر کرتے ہیں کہ ایک دفعہ خانۂ کعبہ میں آگ لگ گئی جس سے اُس کی دیواریں کمزور پڑ گئیں۔ جب بارش ہوئی تو یہ دیواریں منہدم ہو گئیں اور کعبے کی تعمیر کی ضرورت پیش آئی۔ اس کی وجہ سے اہلِ مکہ سخت پریشان تھے۔ اس اثناء میں ایک رُومی جہاز جو سامان لے کر (مصر سے) یمن جا رہا تھا، شعیبہ (موجودہ جدّہ) کے مقام پر خشکی پر چڑھ گیا۔ اہلِ مکّہ کو جب اس حادثے کی خبر ملی تو وہ جہاز کا کچھ سامان اور لکڑی کے تختے خرید کر لے آئے۔ اُنہوں نے جہاز والوں کو اجازت دے دی کہ وہ اپنا بچا ہوا مال مکّہ کی منڈی میں لا کر بیچیں اور انہیں عُشر (محصول درآمد) بھی معاف کر دیا۔ ورنہ پالیسی یہ ہوتی تھی کہ جو رومی تاجر مکّہ آتے تھے، ان سے محصول وصول کیا جاتا تھا جس طرح کہ رُومی اپنے علاقہ میں مکہ کے تاجروں سے محصول وصول کرتے تھے (۴۷)۔ منڈیوں میں داخل ہونے والے مال پر جو محصول لگایا جاتا تھا، اُسے عشر یا مکس کہتے تھے۔ ابن منظور بیان کرتے ہیں کہ مکس سے مراد وہ دراہم ہوتے تھے جو قبل از اسلام عرب کی منڈیوں میں درآمد شدہ مال سے وصول کئے جاتے تھے۔ جو حکمران محصول وصول کرتا تھا، اُسے صاحب المکس یا عشّار کہتے تھے (۴۸)۔

مختلف قبائل اور تاجروں کا اہم منڈیوں اور تجارتی راستوں پر قبضہ کرنے کی کوشش کرنا اور اپنا تجارتی سامان کھپانے کے لئے نت نئی منڈیوں کو تلاش کرنا تجارت کی اسی تحفظانہ پالیسی کا پیش خیمہ تھا۔ انہیں وجوہ

کی بنا پر زمانۂ قدیم سے عرب تاجر ہمیشہ جان توڑ کوشش کرتے رہے کہ مختلف قبائل کے سرداروں اور ریاستوں کے حکمرانوں سے تجارتی معاهدے کر کے اپنی تجارت اور تجارتی گزرگاہوں کو مامون بنائیں ۔ دراصل تجارتی معاہدے جو اکثر تجارتی قافلوں کی حفاظت کے لئے کئے جاتے تھے، اس خاص تجارتی پالیسی کے طاقت ور ستون تھے۔ عربوں کے تجارتی تعلقات تینوں براعظموں ایشیا، یورپ اور افریقہ سے تھے ۔ اور اس کی وجہ سے وہ اس نوع کے تعلقات کا گہرا تجربہ رکھتے تھے ۔ چنانچہ وہ ہمیشہ نئی منڈیوں کی تلاش میں سرگرداں رہتے ۔ تجارت، معیشتِ عرب کا محور تھی ۔ اس میں کسی قسم کا خلل اُن کی معاشی زندگی کو معطل کر دیتا تھا ۔ اسی لئے یہ نہایت ضروری تھا کہ وہ اپنے تجارتی تعلقات کی بقا کی خاطر ہر وقت سرگرمِ عمل رہیں ۔

قدیم تاریخی مآخذ سے یہ بات بالکل عیاں ہوتی ہے ۔ ابنِ حبیب اپنی ایک اور کتاب المنمق (جو حیدر آباد دکن سے طبع ہوئی ہے) میں ایلاف یعنی تجارتی معاہدوں کے بارے میں یہ روایت نقل کرتے ہیں :" ابن الکلبی کا بیان ہے کہ ایلاف کا قصہ یوں ہوا کہ مکّے کے باشندے یعنی قریش تاجر لوگ تھے ۔ لیکن ان کی تجارتی سرگرمیاں مکّے سے آگے نہ بڑھتی تھیں ۔ اجنبی لوگ سامان لے کر مکّہ آتے اور یہ اُن سے اُسے خرید لیتے اور پھر وہ اُس کو مکّے والوں کے ہاتھ بھی بیچتے اور گرد و نواح میں بسنے والے عربوں کے ہاں بھی فروخت کرتے ۔ ان کی تجارت کا یہی حال رہا ۔ یہاں تک کہ ہاشم شام کے سفر پر روانہ ہوئے اور قیصر سے اُن کی ملاقات ہوئی جس سے قیصر بہت متاثر ہوا ۔ ہاشم نے اُس سے کہا :" اے بادشاہ ! میری قوم تجارتِ عرب کی مالک ہے ۔ اگر مناسب ہو تو انہیں پروانۂ راہداری دے کر ان کی جان اور ان کے تجارتی مال کی حفاظت کا یقین دلا دیجئے تاکہ وہ حجاز کے عمدہ چمڑے اور کپڑے لا کر آپ کے علاقے کی منڈیوں میں بیچا کریں اور یہ مال آپ کو سستا پڑے گا ۔" قیصر نے اجازت نامہ لکھ دیا ۔ ہاشم اِسے لے کر وطن واپس روانہ ہوئے ۔ راستے میں جس عرب قبیلہ سے وہ گزرتے، اُس کے سردار سے ایلاف (معاہدہ) کر لیتے ۔ ایلاف کے معنی ہیں دوسرے قبائل کی سرزمین میں کسی حلیف کے بغیر گزرنے کے لئے امن کی ضمانت ۔ اس کے معاوضے میں قریش نے ان قبائل کا سامانِ تجارت خود لے جانے کا ذمہ لیا، اس شرط پر کہ وہ حمل و نقل کے مصارف کا مطالبہ نہ کریں گے اور بیچنے کے بعد قیمت اور نفع ادا کر دیں گے ۔ اس طرح ہاشم نے مکّہ اور شام کے درمیان جتنے قبائل تھے سب سے ایلاف کیا ۔ وہ جب واپس مکّہ پہنچے، تو اہلِ مکّہ کے لئے بہت بڑی چیز لے کر گئے ۔ اس کے بعد تمام لوگ ایک بڑا تجارتی قافلہ لے کر شام کی طرف گئے (۴۹) ۔

شروع سے ہی اہلِ قریش کو جزیرۃ العرب میں خانہ کعبہ کے متولی ہونے کی وجہ سے خصوصی مراعات حاصل ہوگئی تھیں۔ یہ مذہبی سیادت ان کو غارت گر قبائل سے محفوظ رکھتی تھی اور بقول طبری اس طرح ان کو وافر مواقع مل جاتے تھے کہ اپنی تجارت کو احسن طریقے سے انجام دے سکیں۔ سورۂ قریش کی تفسیر میں طبری لکھتے ہیں کہ اہلِ مکہ تاجر تھے۔ وہ اپنا سامان موسم گرما اور موسم سرما دونوں میں پوری حفاظت کے ساتھ بھیجتے تھے۔ لٹیرے قبائل کی وجہ سے دوسرے قبیلوں کے تاجروں پر اکثر خوف طاری رہتا تھا۔ لیکن اہلِ قریش اس سے مستثنیٰ تھے۔ اگر کسی قریشی کو کوئی پکڑ لیتا اور بعد میں یہ معلوم ہوتا کہ وہ حرمی ہے یعنی خانۂ کعبہ کے متولیوں میں سے ہے، تو اُس کو فوراً رہا کر دیا جاتا اور اس کا تمام سامان بھی اُسے واپس کر دیا جاتا۔ یہ حرم کعبہ سے اہل عرب کی عقیدت کی بنا پر تھا جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے قریش کو امن جیسی نعمت عطا کر دی تھی (۵۰)۔ (مسلسل)

حواشی وحوالہ جات

(۲۶)۔ ابنِ حبیب: کتاب المحبر صـ۲۶۴۔ (۲۷)۔ محمد حمید اللہ: جاہلیت عرب کا معاشی نظام مجموعہ مقالات علمیہ حیدرآباد ۱۹۴۳ء صـ۹۱۔

(۲۸)۔ یاقوت: معجم البلدان جز ۵ صـ۳۲۸ تا ۳۲۹۔ (۲۹)۔ بحرِ احمر کی بیاض صـ۳۶۔ (۳۰) ابنِ حبیب: کتاب المحبر صـ۲۶۵۔

(۳۱)۔ المرزوقی، صـ۱۶۳۔ (۳۲) ایضاً صـ۱۶۳ تا ۱۶۴۔ (۳۳) الہمدانی صـ۵۳۔ (۳۴) بحرِ احمر کی بیاض، صـ۳۲۔

(۳۵)۔ المرزوقی، صـ۱۶۴۔ ابن حبیب صـ۲۶۶۔ الیعقوبی صـ۲۷۰۔ القلقشندی، نہایۃ العرب (بغداد ۱۹۵۸ء) صـ۴۳۵۔

(۳۶)۔ الہمدانی صـ۵۵۔ (۳۷) المرزوقی صـ۱۰۶۴۔ (۳۸) القلقشندی صـ۴۳۵۔ (۳۹) زبیر ابنِ بکار صـ۳۷۱۔

(۴۰)۔ یاقوت جلد سوئم صـ۲۰۶۔ (۴۱) البکری صـ۹۵۹ تا ۹۶۲۔ الازرقی صـ۱۲۳۔ (۴۲) المرزوقی صـ۱۶۸۔

(۴۳)۔ الاصفہانی، جلد ۱۹۔ صـ۷۳-۸۲۔ ابن عبد ربہٖ۔ کتاب العقد الفرید۔ جلد پنجم (قاہرہ ۱۹۴۶ء) صـ۲۵۳۔

(۴۴)۔ المرزوقی صـ۱۶۹ تا ۱۷۰۔ (۴۵) الطبری، جلد ۱ صـ۱۰۰۷۔ (۴۶) المرزوقی صـ۱۶۹ تا ۱۷۰۔ (۴۷) الازرقی صـ۱۰۱

(۴۸)۔ ابن منظور۔ لسان العرب ج ۶ (بیروت ۱۹۵۶ء) صـ۲۲۰ تا ۲۲۱۔ الزبیدی، تاج العروس ج ۱۹ صـ۲۴۹۔ ابن سیدہ۔ المخصص ج ۱۲ (بلاق ۱۳۱۹ھ) صـ۲۵۳۔

(۴۹)۔ ابن حبیب۔ المنمق (حیدرآباد دکن) دائرۃ المعارف۔ صـ۳۱ تا ۴۰۔ نیز ملاحظہ ہو۔ البلاغ (ماہنامہ) جون ۱۹۶۸ء۔ کراچی۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ: ایلاف = جاہلیت میں عربوں کے معاشی و سفارتی تعلقات۔ صـ۱۵

(۵۰)۔ الطبری۔ تفسیر۔ جلد ۳۰ (بلاق ۱۳۲۹ھ) صـ۲۰۰۔